Russion Literature and Short Stories of Krishan Chandar

روسی ادب اور کرشن چندر کی افسانہ نگاری

Dr Parveen Kallu*[1]
Scholar Post Doctrate, Department Of Urdu, IIUI
Associate Professor, Department Of Urdu, GCUF

1☆ڈاکٹر پروین کلو

اسکالر پوسٹ ڈاکٹریٹ، شعبہ اردو، اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Correspondance: dr.parveenkallu@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 25-04-2025
Accepted:21-06-2025
Online:30-06-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:The translations of Russian literature, after the Russian revolution, left deep ideological and intellectual imprints on the writers and poets of subcontinent. Krishan Chander is one of those writers whose short stories reflect deep traces of Russian literature in his themes, subjects and techniques. Like Ivan Turgenev and Anton Chekhov, Krishan Chander is an artist and lover of nature. His short story "Hosn aur Hawan" is written on the style of Chekhov's "The Steppe". Krishan Chander under the influence of Russian literature and Marxist ideas portrays the economic exploitation and its sufferings and miseries. The stories like "Ghulami", "Rahman ke Jootey", "Hadian", "Phool", "Khoni Nach", "Zindagi ke Mor Per" and "Yarqan" mirror this category. Krishan Chander has not only absorbed the main currents of Russian literature but also successfully adopted its style and thought in his short stories

KEYWORDS: ,Short stories Satire, Humour, Allusions, Negates, Irony, Religions , Progressive, social issues

اُردو افسانے کا نہایت معتبر اور اہم حوالہ ہے۔ کرشن چندر نے اپنی افسانوی عمر کے ہر دور میں بدلتی ہوئی زندگی اور ہر رجحان کا ساتھ دیا ہے۔ مغربی ادب کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے حقیقت نگاری، ماحول کی عکاسی، انسان دوستی اور رومان کے پسِ منظر میں زندگی کے تلخ حقائق اور تجربات کو نئے نئے سانچوں میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ وہ بنیادی طور پر ترقی پسند مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ابتدائی افسانوں میں رومانویت اور حقیقت پسندی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ تاہم بعد کے افسانوں میں حقیقت نگاری کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ انہیں ۱۹۳۵ء کا سب سے بڑا افسانہ نگار قرار دیا جا سکتا ہے۔

> "کرشن چندر "ان داتا" میں تلخ حقیقت نگار اور انقلاب پسند کی حیثیت سے جلوہ گر ہیں۔ ان کے یہاں زندگی کے حقائق مناظر فطرت سے مشاہدے کی وسعت اور گہرائی اور خوبصورت جزئیات نگاری کے امتزاج سے فن کے نادر نمونے معرض وجود میں آتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں فطرت کے حسن اور رومانیت کے علاوہ اپنے عہد کے اقتصادی، معاشی، سیاسی اور سماجی مسائل کے مختلف پہلوؤں کی ترجمانی ملتی ہے۔ ان کے افسانوں کے کرداروں میں مزدور، کسان، سیٹھ، زمیندار، کلرک، رکشہ ڈرائیور اور عام زندگی کے دوسرے افراد شامل ہیں۔"(1)

نئی نسل نے لینن اور مارکس کے اثر کو قبول کرنا شروع کیا۔ جس کے نتیجے میں روسی ادب کے نظریات سرایت کرنے لگے۔ ان اشتراکی نظریات کے زیر اثر انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام عمل میں آیا۔ کرشن چندر پر بھی مارکسی نظریات کے اثرات ہیں "ان داتا" میں ایک موضوع، یعنی بنگال کے قحط پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک غیر ملکی سیر کی اہلیہ سے بے اعتنائی، طوفان سے دور ساحل پر کھڑے طبقوں کی جھوٹی ہمدردی اور آخر میں خود اس انسان کا المیہ جو اس طوفان سے گزر رہا ہے۔ "ان داتا"، "مدن سینا اور صدیاں" اور "میگھ ملہار" جو ایک وسعت و گہرائی، عظمت و شان کا احساس دلاتے ہیں۔ ان افسانوں کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ ان پر مغربی اور خاص طور پر روسی ادب کے اثرات نہیں ہیں۔

کرشن چندر کے ابتدائی افسانوں میں "دو فرلانگ لمبی سڑک" جیسے افسانے ایسی بے چینی اور تلخی کو ظاہر کرتے ہیں۔ جس سے کرشن چندر کے سیاسی شعور کی بیداری کا احساس ہوتا ہے۔ انہوں نے جنگ دامن آزادی و طبقاتی کشمکش اور سماجی ارتقا کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ چنانچہ ان کے افسانوں میں انقلابی مقصدیت نمایاں ہونے لگی۔ مثلاً "پھول سرخ ہیں"، "خونی ناچ"، "چینی پنکھا" اور "گلدان" اس کی کامیاب مثالیں ہیں۔

کرشن چندر ایسے حقیقت پسند افسانہ لکھنے والے ہیں جن کے ہاں رومانیت بھی پائی جاتی ہے۔ کرشن چندر نے بڑی ہی فنکارانہ مہارت سے زندگی کی خوبصورتی اور بدصورتی کو موضوعاتی طور پر اپناتے ہوئے ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔

"کرشن چندر کا افسانہ "ان داتا" اشتراکی رجحان کا آئینہ دار ہے۔ اسی طرح ان کا ایک اور افسانہ "کرم داد" اور "کرم چند" ظالم اور مظلوم کی تعریف بیان کرتا ہے۔ کرشن چندر نے سماج کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ غداروں کے کردار اور اپنوں کی بیگانگی بھی بیان کی ہے۔ ان افسانوں میں کھل کر مارکسی نظریات کا پرچار ہوا ہے۔"(۲)

کرشن چندر نے اپنے افسانوی ادب میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بڑی گہرائی اور سچائی کے ساتھ پیش کیا۔ ان کی تحریروں میں زندگی کے مسائل نہ صرف واضح طور پر نظر آتے ہیں بلکہ ایک مثبت اور حقیقت پسند نقطۂ نظر کے ساتھ بھی سامنے آتے ہیں۔ محبت، جنس، نفسیاتی کشمکش، بھوک اور غربت جیسے موضوعات کے ساتھ ساتھ انہوں نے مختلف معاشرتی طبقات کی کشمکش، پیشہ ورانہ زندگی، سیاسی حالات، معاشی ناہمواری اور فرقہ واریت جیسے اہم مسائل کو بھی اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا۔ کرشن چندر کا تخلیقی رویہ ایک حساس اور سماجی شعور سے جڑا ہوا تھا، جو ترقی پسند فکر اور حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے۔

"جب کرشن چندر نے پھولوں کی وادی سے قدم باہر نکالا تب انہیں احساس ہوا کہ زندگی فطرت، چاند، چاندنی، چاند سی عورت اور حسین خوابوں کے علاوہ اور بھی کچھ ہے۔ انسان اس طلسمی فضا سے بہت آگے نکل گیا ہے۔۔۔ کارل مارکس، لینن، چیخوف، گورکی اور نہرو کے مطالعہ نے ان کی تخلیقات اور نظریات میں نمایاں تبدیلی پیدا کر دی۔"(۳)

لہٰذا اب ان کے افسانے سنجیدہ اور زندگی کے قریب تھے یوں تو وہ ابتداء ہی سے ادب برائے زندگی کے نظریے کے حامی تھے لیکن اب یہ رنگ کچھ اور گہرا ہو گیا۔ جس کی مثالیں "دو فرلانگ لمبی سڑک"، "خونین ناچ"، "دل کا چراغ"، "شاعر اور فلسفی اور کلرک"، "ٹوٹے ہوئے تارے"، "زندگی کے موڑ پر"، "بالکونی"، "ان داتا" اور اس دور کے تمام افسانوں میں ملتی ہیں۔ انہوں نے اپنی کہانیوں میں طبقاتی سماج کے جبر و تشدد اور طبقاتی استحصال کے نتیجے میں انسانی محرومیوں اور مجبوریوں کی داستان سنائی ہے۔ وہ عوام دشمن سرمایہ پرست لوگوں اور سیاسی بداعمالیوں کے مرتکب افراد سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے بعد میں انہوں نے نیم سماجی اور نیم سیاسی افسانے بھی لکھے جو زیادہ کامیاب نہ ہوتے ہوئے بھی نظم وضبط کے حامل تھے۔

"کرشن چندر نے اپنی تابناکی سے سامراجیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنے افسانوں کے ذریعے اشارے وکنائے اور کبھی کبھی خطیبانہ لہجے میں اور بانگ دہل یہ اعلان کیا کہ غلامی کی زنجیر توڑ دو۔ عوام برابر ہی اونچ نیچ کی تفریق کو روانہ رکھا جائے۔ ایک مثبت اور صحت مند انقلاب کے لیے یہ

ضروری تھا کہ ہندوستان کے عوام بیدار ہو جائیں اور انقلابی نعرے کے ساتھ ہی ساتھ عملی کام کریں۔ کیونکہ خالی نعرے بازی سے کام نہیں چلتا اور جب تک عملی کام نہیں ہو گا روح بیدار نہیں ہو گی اور زندگی کی صالح قدریں آگے نہیں بڑھیں گی اور انہیں فروغ بھی نہ ہو گا۔ کرشن چندر کے تیسرے دور کے افسانوں میں ہمیں انقلابی حقیقت کا بیان اور مارکسی نقطہ نظر پورے جوش و خروش سے ملے گا۔"(۴)

کرشن چندر کا افسانہ "راہ نجات" میں ذہنی کشمکش ضرور ہے اور اس کا سبب قطعی طور سے وہی ہے جو دستوفسکی کے یہاں ہے۔ اس افسانے میں الجھاؤ اور اس کی تکنیک دستوفسکی سے ملتی جلتی ہے۔ "پرانے خدا"، "ٹوٹے ہوئے تارے" اور "ہوائی قلعے" کے اکثر افسانوں میں جو تجربے ہمیں ملتے ہیں۔ ان میں اکثر مغربی افسانہ اور ڈرامہ نگاروں کی جھلک ہے۔ انہوں نے اس وقت تک گورکی کو بھی پڑھ لیا تھا۔ عزیز احمد لکھتے ہیں کہ

"آخری اور سب سے پائیدار اثر چیخوف کا ہے۔ کرشن چندر خود بھی چیخوف کے قائل ہیں۔ لکھتے ہیں ٹیگور کا اثر دھیرے دھیرے کم ہوتا گیا اور اس کی جگہ چیخوف اور گورکی لیتے گئے۔"(۵)

چیخوف زندگی کی اکتاہٹ، اداسی، بیہودگیوں، تمناؤں اور بے ہنگم پن پر بہت بلندی کے نقطے سے روشنی ڈالتا ہے اور اپنی کہانیوں میں خود کو محسوس کرا دیتا ہے۔ قریب قریب یہی کیفیت ہمیں کرشن چندر کے ان افسانوں اور طنزیہ مضامین میں نظر آتی ہے۔ جو ۱۹۴۰ء کے بعد اور ۱۹۴۵ء تک خاص طور سے لکھے گئے ہیں۔ "پرانے خدا"، "ان داتا"، "پہلی اڑان"، "غلاظت" اسی قسم کے افسانے ہیں جن کی تکنیک طنزیہ مضامین کی ہے۔ مزدوروں، کسانوں اور سپاہیوں کی تعلیم اور تلقین کی ذمہ داری اٹھانے سے پہلے ان میں جاؤ اور ان کا مطالعہ کرو۔ ان کی جنگ کو اپنی جنگ بناؤ تب تم ان کے کام آسکو گے۔ روسی ادیب بھی کسانوں، مزدوروں کی بستیوں میں جاتے ان کے ساتھ کام کرتے ان کے مسائل سنتے اور ان کا حل نکالتے اور اس پر افسانہ یا ناول تخلیق کرتے تھے!

کرشن چندر نے اپنے افسانوں میں شاعری کو استعمال کیا ہے اور شاعرانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ اسی طرح کی شاعری کو کہیں کہیں گورکی نے بھی استعمال کیا ہے۔ "رسول حمزہ توف" نے میرا داغستان میں بھی شاعرانہ انداز اختیار کیا ہے۔ یہی انداز ہمیں کرشن چندر کے ہاں بھی مل جاتا ہے۔ ہمارے مختصر افسانے نے چیخوف اور گورکی کی روایت کو سینے سے لگایا ہے۔ "بارود"، "چیری کے پھول"، "امن کی پانچ انگلیاں"، "چاول چور"، "انجیر"، "پھول سرخ ہیں"، "مرنے والے ساتھی کی مسکراہٹ" ان افسانوں میں اس نے قومی اور بین الاقوامی کمیونسٹ تحریکوں کی حمایت کی ہے اس میں مارکس کے نظریات کے بھرپور اثرات ہیں۔

"کرشن چندر کے افسانہ "چڑیا کا غلام" اور دوسرے کردار اس طرح حرکت
کرتے ہیں جیسے کسی روسی (BALLET) کے افراد لیکن دوستوفسکی کی
طرح نفسیات کا دامن مصنف کے ہاتھ سے چھوٹے نہیں پاتا۔"(۶)

موپساں، چیخوف، گورکی، ٹالسٹائی، ترگنیف، گوگول، وستوفسکی وغیرہ سے متاثر ہو کر نہ صرف ہمارے یہاں کئی افسانے لکھے گئے بلکہ مدت تک یہ افسانوی رجحان بھی رہا۔ کرشن چندر کے فسانوں کے دو مجموعے "ہم وحشی ہیں" اور "تین غنڈے" کے افسانے اس تاثیر کی کامیاب نمائندگی کرتے ہیں۔ کرشن چندر ان افسانوں میں اپنے مخصوص اور تیکھے انداز میں ان حالات کے پس پردہ سیاسی مقاصد پر نشتر زنی کرتے ہیں۔

کرشن چندر ان ادیبوں میں سے ہیں جنھوں نے ترقی پسند تحریک میں ابتداء ہی سے شمولیت اختیار کی۔ کرشن چندر کے علاوہ سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، اوپندر ناتھ اشک، اختر اورینوی، اختر انصاری، احمد ندیم قاسمی، دیو بندر ستیار تھی، بلونت سنگھ، مہندر ناتھ، ہنس راج رہبر، خواجہ احمد عباس، اختر حسین رائے پوری وہ افسانہ نگار ہیں جنھوں نے حقیقت نگاری کے رجحان کو تقویت دی۔

دوسری جنگ عظیم کے آس پاس ہندوستان کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات، جدوجہد آزادی کی تحریک، مزدوروں اور کسانوں کی بیداری اور اس کا اظہار کرنے والی تلنگانہ تحریک نے کرشن چندر کے احساس فکر کو ان کے تشکیلی دور میں متاثر کر دیا تھا۔ اس دور میں کرشن چندر کا تخیل اپنے اہال کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ اور وہ ایک مثالی مساوات رکھنے والے معاشرے کو سامنے رکھے ہوئے تھے۔ کرشن چندر کے ابتدائی افسانوں "جہلم پر ناؤ"، "بالکونی"، "زندگی کے موڑ پر" اور "دو فرلانگ لمبی سڑک" میں اس کیفیت کا اظہار جابجا ملتا ہے۔

"کرشن چندر کا نقطہ نظر مارکسزم سے عبارت تھا۔ اس کے توسط سے انہوں
نے انسانی معاشرے کی تاریخ اور آس پاس کی زندگی اور فرد اور معاشرے
کے باہمی رشتوں کا تجزیہ کیا اور انہیں اپنے فن پاروں کا موضوع بنایا۔ ان
کے نزدیک زندگی صرف سماجی، معاشی اور معاشرتی زنجیروں ہی کا نام نہیں
تھی۔ انسان کی معصومیت، انسانی رشتوں کا تقدس، دوستی، خلوص، محبت
ایثار اور قربانی کے مضبوط اور باقی رہنے والے بندھن بھی ان کے جمالیاتی
احساس کے اہم عناصر تھے۔ ان کے احساس جمال میں سماج کی بے رحم
حقیقتیں، بنیادی انسانی جذبات کے ساتھ گھلی ملی سی نظر آتی ہیں۔"(۷)

کرشن چندر نے اپنی کہانیوں میں ہندوستانی معاشرے کی خوبصورتی اور بدصورتی دونوں کو حقیقت پسندی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کے افسانے "ان داتا" اور "دو فرلانگ لمبی سڑک" اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ طنز کو صرف تنقید کا آلہ نہیں بلکہ ایک فنکارانہ جمالیاتی وسیلہ بھی سمجھتے تھے۔ کرشن چندر نے طبقاتی ناانصافی، استعماری رویوں، سیاسی بدعنوانی،

اخلاقی زوال، اور خود غرض سماجی رویّوں کو نہایت مؤثر طنزیہ انداز میں اپنی تحریروں کا حصہ بنایا۔ ان کی نثر میں طنز کی جو دھار ہے، وہ نہ صرف قاری کو جھنجھوڑتی ہے بلکہ سوچنے پر بھی مجبور کرتی ہے۔ وہ اشتراکیت کو محض ایک سیاسی نظریہ نہیں بلکہ انسانی مساوات، عالمی امن اور اخلاقی قدروں کے تحفظ کے لیے ناگزیر سمجھتے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں ترقی پسند مصنفین کی کانگریس کے خطبہ صدارت میں کرشن چندر نے اپنے سیاسی نظریے کی وضاحت اس طرح کی:

''اب وقت آ گیا ہے کہ ہر ادیب کھلم کھلا اشتراکیت کا پروپیگنڈہ شروع کر دے کیونکہ اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں آگے بڑھتی ہوئی رواں دواں اشتراکیت یا ساکن و جامد موت۔''(۸)

کرشن چندر کے طرزِ تحریر کی کامیابی کی بنیاد انسان کی داخلی ضروریات اور فطرت کے خارجی اظہارات کی ہم آہنگی پر ہے۔

''کرشن چندر کے افسانے زندگی کے سوتوں سے پھوٹتے ہیں ان کی لطافت کا اظہار، ان کے اندازِ بیان ان کے ہلکے پھلکے اشاروں، کنایوں، ان کے اظہار کی روانی شعریت اور اثر انگیزی میں ہوتا ہے۔ کرشن چندر نے آزادی کی اس جدوجہد کو اپنا موضوع بنایا۔ ہندوستان کی مجبور اور مظلوم عورت کو بھی کرشن چندر نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔''(۹)

کرشن چندر روسی انقلاب سے بہت متاثر ہیں اور وہ ایسا ملک چاہتے ہیں جہاں مارکسی نظریات کے مطابق زندگی ہو جیسے سوویت یونین میں تھی۔ کیونکہ انہوں نے مارکس کو پڑھا ہے اور اس کے نظریات پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔

''میں ہندوستان میں ایک ایسی حکومت کا خواب دیکھتا ہوں جس کی باگ ڈور صحیح معنوں میں ہندوستان کے غریب عوام مزدوروں اور دوسرے محنت کشوں کے ہاتھ میں ہو۔ جس میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں بسنے والی مختلف قومیں ان کی زبان، ان کی تہذیب اور کلچر کا پورا پورا تحفظ ممکن ہو۔ میرے ذہن میں ایک ایسے ہندوستانی سماج کا تصور ہے۔ جہاں ملک کے ہر فرد کو بلا تفریق مذہب و ملت، رنگ و نسل پھولنے اور ترقی کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔ جہاں کسی طرح کی معاشی، سیاسی، تمدنی، نابرابری نہ ہوگی۔ ''(۱۰)

کرشن چندر کے افسانوں میں سماجی حقیقت پسندی بھی ہے۔ ''ٹوٹے ہوئے تارے'' ایک ایسا افسانوں کا مجموعہ ہے۔ یہاں حسن و عشق کی داستان کے ساتھ ہی ساتھ دوسرے مسائل پر بھی بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ غریبوں کی سسکتی ہوئی آہیں اور مہاجنی دور کے خلاف نفرت، ذات کا فرق ان افسانوں میں ملیں گے۔ ان کے افسانوں میں عوام کی بیداری،

سرمایہ پرستوں کے خلاف احتجاج اور ایک مثبت اور خوشگوار زندگی گزارنے والی کہانیاں مل جائیں گی۔ "بے رنگ وبو" میں کلرک کی زندگی اپنے معاشی اور سماجی مسائل کا حل ان خوابوں میں ڈھونڈتی ہے۔ ہم انقلاب چاہتے ہیں بوژوا عمومی انقلاب اور پھر اشتراکی انقلاب اور پھر خالص سو فیصدی مارکسی انقلاب۔ لیکن خواب ہمیشہ عمل کے محتاج ہوتے ہیں اور مصلحتوں کا مارا ہوا کلرک ہمیشہ پچھلی صفوں میں رہتا ہے۔

کرشن چندر کے افسانوں کے موضوعات ابتدا ہی سے محنت کش اور مظلوم عوام رہے ہیں۔ لیکن ان کی اجتماعی قوت اور جدوجہد کا پہلا نقش "تین غنڈے" میں منعکس ہوتا ہے۔ آزادی سے قبل مزدور تحریک نہایت کمزور تھی اور انہیں عوام کی وہ حمایت حاصل نہیں تھی جو محنت کش طبقہ کے حقوق اور جدوجہد کو مقدس بناتی ہے۔ "دسواں پل" میں کرشن چندر نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو دکھایا ہے۔ کرشن چندر کے افسانوں میں نئے سماج میں کا یہ تصور لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی زندگی کا یہ احساس فنی سماجی اور نفسیاتی بصیرت، عصری حیثیت، انسان دوستی اور روشن مستقبل پر غیر متزلزل یقین ایسی اقدار ہیں۔

کرشن چندر کا افسانہ "بھوت" اس افسانے میں انقلاب کا نعرہ نہیں ہے بلکہ انقلاب کا کھولتا ہوا لاوا ہے۔ یہ افسانہ نہیں ایک تصویر ہے۔ جس کا ہر رنگ تیز ہے، تلخ ہے، انگارے کی مانند احساس کو جھلسنے والا ہے۔

> "کرشن چندر کا افسانہ "زندگی کے موڑ" پر ایسے موڑ پر ختم ہوتا ہے۔ جہاں حسن فطرت کی آزادانہ وسعت اور نیرنگیاں، رسومات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانی زندگی کی گھٹن کو اپنے تضاد سے زیادہ نمایاں کرتی ہیں۔ کرشن چندر افسانہ کے ذریعے قاری کے ذہن میں بغاوت کا بیج ہوتا ہے۔"(11)

روسی ادیب چیخوف اور شولوخوف بھی اسی طرح سے لکھتے ہیں۔ کرشن چندر پر روسی ادیبوں کے اثرات بہت زیادہ ہیں۔ کرشن چندر نے خیال، موضوع اور تکنیک کے حوالے سے روسی ادیبوں کے اثرات قبول کیے۔ "اجنتا سے آگے" خالص انقلابی افسانہ ہے کرشن چندر موضوع اور خیال دونوں حوالوں سے مارکسی نقطہ نظر سے متاثر ہیں۔

کرشن چندر کے افسانے کی اہم صفات ان کی انسان دوستی، انقلاب پسندی، غریبوں سے محبت اور ہر سیاسی واقعے پر انسان نویسی ہے۔ کرشن چندر کا افسانہ "دانی" میں کرشن چندر ایک HALFWIT سے سوشلزم کی تعمیر کا کام لینا چاہتے ہیں۔ کرشن چندر کے یہاں سرمایہ داروں کے کردار بھی نودولتیوں، اسمگلروں، بدمعاش، بیوپاریوں یعنی Vulgar Rich کی صورت میں ملتے ہیں۔ یہ لوگ جاہل ہیں، کلچر سے محروم ہیں۔ خراب زبان بولتے ہیں اور عیاشیاں کرتے ہیں۔

> "کرشن چندر کی فطرت نگاری کا مقابلہ چیخوف اور ترگنیف سے کیا جائے تو ان کی حدود ظاہر ہو جاتی ہیں۔ کرشن چندر ترگنیف اور چیخوف کی طرح فطرت کا مرقع نگار ہے۔ کرشن چندر کی فطرت نگاری وہیں پر بہت شاندار

ہے جب وہ فطرت اور انسان کو باہم ایک کر سکے ہیں۔ مثلا ان کا افسانہ
”بھوت“ جس میں بمبئی کی برسات ایک حرکی عصر کے طور پر موجود ہے یا
”بالکونی“ اور ”زندگی کے موڑ پر“ جس میں فطرت انسانی ڈرامے کا پس منظر
نہیں بلکہ ایک حصہ ہے۔“(۱۲)

ترگنیف کے افسانوں کے کردار افسانوی نہیں بلکہ وہ انسان ہیں جو فطرت کی آغوش میں پلتے ہیں۔ وہ لوگ جو چند لمحوں کے لیے خود کو فطرت کی آغوش میں کھو دینا چاہتے ہیں۔ کرشن چندر نے اپنے افسانوں میں ترگنیف ایسی فطرت نگاری برتی ہے۔ کرشن چندر کے افسانے بظاہر تو رنگا رنگ نظر آتے ہیں لیکن لگ بھگ سب کی تعلیم غریبی اور امیری کے فرق اور تصادم کے ارد گرد ہی گھومتی ہے۔ کرشن چندر معمولی آدمیوں کو معمولی رکھتے ہوئے انہیں غیر معمولی بنانا چاہتے ہیں۔ کرشن چندر ”ان داتا“ میں اعلیٰ سوسائٹی کی عیاری اور انسانی خدمت کی ڈھکوسلوں میں طنز گورکی کی طرح کرتا ہے۔

”کرشن چندر کی کہانیوں میں بے لاگ حقیقت نگاری ان کی رومانیت اور
جذباتی انسان دوستی کو مغلوب کرتی ہے۔ کرشن چندر کسی غلیظ ہوٹل، غریب
چماروں کی بستی، پل کے نیچے بستے ہوئے مفلوک الحال لوگ، پہاڑی گاؤں،
محلہ بازار گلی اور کنبہ کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ یا جب وہ کسی شوخ اور شریر
بچے کی آنکھوں سے بیتے ہوئے تجربات اور لمحات کی باز آفرینی کرتے ہیں تو
ان کا نقطہ نظر چیخوف اور ترگنیف کی طرح ایک مصور، ایک مسافر، ایک
سادہ پرکار تماشائی کا نقطہ نظر ہوتا ہے۔“(۱۳)

کرشن چندر کے افسانوں میں صحیح قلبی کیفیات کی مکمل تصور نہیں ملتی ہے۔ معاشرتی تفریق کا متیاز، ناروا ظلم و تشدد، بے جوڑ شادیاں، اونچ نیچ کی تفریق اور عوام کی سسکیاں اور آہیں، جن کے سرپرست سرمایہ دار ہیں۔ کرشن چندر ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔ جہاں جہاں ظلم و ستم کے شرارے بلند ہوتے ہیں وہاں کرشن چندر پہنچ جاتے ہیں۔

”پھول سرخ ہیں“ یہ افسانہ کرشن چندر نے اس وقت لکھا تھا جب بمبئی کے سوتی کارخانے کی ہڑتال ہوئی تھی۔ اور ان پر پولیس نے فائرنگ کی تھی۔ اناج، کپڑا، کوئلہ غرض ہر چیز بلیک مارکیٹ کے بھاؤ سے ملنے لگی تو مزدوروں کو بھی فاقے کی نوبت آئی۔ ابھی ہندوستان میں سرمایہ پرستوں کی اجارہ داری ہے ابھی سرخ پھول کھلنے میں ایک عرصہ لگے گا۔ کرشن چندر سرخ پھول کھلنے کو انقلاب سے تشبیہ دیتے ہیں۔ وہ انقلاب کے منتظر ہیں اور انقلاب کے لیے کوشاں بھی ہیں۔ کیونکہ کرشن چندر روسی انقلاب سے بہت متاثر تھے۔ وہ بھی اونچ نیچ ختم کرکے ملک میں برابری چاہتے ہیں۔

”مہالکشمی کا پل“ یہ کرشن چندر کا سیاسی افسانہ ہے۔ اس افسانے میں مہالکشمی کے دونوں طرف کے لوگوں کا ذکر ہے۔ آپ پل کے دائیں طرف جانا چاہتے ہیں جہاں کارخانوں کے مالک اور اونچے تنخواہ پانے والے لوگ رہتے ہیں یا بائیں طرف جہاں مزدور طبقہ بوسیدہ چالوں میں رہتا ہے۔ ”نمرود کی خدائی“ اس افسانے میں ان سرمایہ داروں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو آج

بھی خدا بنے بیٹھے ہیں وہ کلرکوں اور مل مزدوروں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے ہیں۔ سرمایہ پرستوں کے پاس لاکھوں روپے ہیں لیکن مل کے کلرک کو ان لاکھوں روپے کے بارے میں سوچنا بھی گناہ ہے۔ جہاں کلرک یہ سوچتا ہے کہ کاش مجھے بھی گیارہ لاکھ کا ایک چیک مل جاتا۔ وہ سوچ رہا ہوتا ہے اور اس کا مالک سرزنش کے انداز میں کہتا ہے۔ فول ایڈیٹ جاؤ روپیہ کیش کرالاؤ کل پندرہ لاکھ روپیہ مجھے پیمنٹ دینا ہے۔ یہ سرمایہ دار آج بھی دولت کے بل پر پھن پھیلائے بیٹھے ہیں۔ کاش ان کی سمجھ میں کچھ آجائے اور یہ لوگ بھی انسان کے اصلی روپ میں نظر آنے لگیں تو بہتر ہے۔

> "اس کی خوشی" جس میں کرشن چندر نے جگو اور امجد کا کردار بہت نمایاں اور واضح طور پر پیش کیا ہے دونوں اپنے ملک کو روس کی طرح آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ نمک کے قانون کی خلاف ورزی کی انہیں سزا ملی۔"(۱۴)

کرشن چندر نے ڈرامہ نگاری کو بھی اپنے فن کے اظہار کا وسیلہ بنایا ان کا پہلا ڈرامہ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ اس کا پلاٹ اور ایک حد تک مکالمے بھی مشہور روسی مصنف اندریف کے ایک ڈرامے سے اخذ کئے گئے ہیں۔ کردار نگاری میں بھی جو چیز کرشن چندر کو اپنے ہم عصروں میں امتیازی حیثیت عطا کرتی ہے۔ وہ ان کے کرداروں کا حیرت انگیز تنوع ہے۔ ان کے افسانوں کے پردے پر معاشرے کے تمام طبقات کے کردار چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں امیر غریب، سیٹھ اور مزدور، دفتر کے بابو، ادیب اور شاعر، جاگیر دار اور کسان نمبر دار اور تحصیل دار، تانگے والے، بہشتی اور بوٹ پالش کرنے والے یہاں تک کہ بھنگی، چمار اور مصنوعی فرضیکہ ہر قسم کے کردار شامل ہیں۔

> "زندگی کے موڑ پر"، "نغمہ کی موت"، "ان داتا"، "گرجن کی ایک شام"، "خمیازہ"، "یرقان" ان تمام مجموعوں کے انداز فکر میں سیاسی اور اشتراکی نظریات سموئے ہوئے ملتے ہیں اور ان مجموعوں میں گورکی کا سا طنز معاشرتی مسائل کو ابھارتا ہے۔ "ان داتا" میں طنز زہر میں بجھے تیر کا انداز اختیار کر گیا۔"(۱۵)

کرشن چندر معاشرتی زندگی کے دکھوں میں اس طرح شریک ہیں کہ معاشرے کا دکھ کرشن چندر کا دکھ بن گیا ہے۔ ان کے انسانوں میں سیاسی انتشار، ہندوستان کی کسمپرسی کی تصویریں، دوسری جنگ عظیم کے بعد ہندوستان کی اقتصادی بدحالی اور عوام کی بے سروسامانی سب کچھ ہے۔ کرشن چندر نجات کا واحد راستہ اشتراکی نظام میں تلاش کرتے ہیں۔

> "ترقی پسند تحریک سے وابستگی کے سبب ان کے یہاں وہ تمام جدید رجحانات موجود ہیں جو اس تحریک یا اس سے قبل "انگارے" کے تحت اردو افسانہ میں آئے۔ ان کے ہاں مارکسی نظریات بھی ابھرتے ہیں۔ مارکسی نظریات کے تحت ان کے افسانے معاشی استحصال سے پیدا ہونے والے دکھوں کی

نمائندگی کرتے ہیں۔ "رحمان کے جوتے"، "غلامی، ہڈیاں اور پھول" اس قسم کے افسانے ہیں۔"(۱۶)

منظر کشی میں کرشن چند کا مقابلہ اردو کا کوئی اور نثر نگار نہیں کر سکتا۔ کسی ادیب یا شاعر نے کشمیر کے پہاڑوں، وادیوں، چشموں، ندیوں، جھیلوں، مرغزاروں، مناظر قدرت کرشن چندر کی نگاہ کو وہ وسعت اور وہ معیار عطا کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ انسان کو اور اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ کرشن چندر کے افسانے منظر کشی کے شاہکار ہیں۔

"کرشن چندر کی منظر کشی اور منظر نگاری میں کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ ان کے ہاں رسول حمزہ توف اور شولوخوف کی کی منظر کشی ہے۔ کرشن چندر کا مشاہدہ بہت تیز ہے اور ان کی باریک بینی کی وجہ سے مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ خوبصورت آسمان، شفق، چاندنی، ستارے، پھول، دریا کا کنارہ اس کی روانی، آبشار، وادی، جھیل وغیرہ کے علاوہ کرشن چندر کے افسانوں میں ویران اور سنسان جگہ، بھیڑ بھاڑ، فٹ پاتھ، دیہات اور شہر کارخانے وغیرہ کے مناظر بھی ملتے ہیں بالکل ایسے ہی جیسے میرا داغستان کی منظر کشی ہو۔"(۱۷)

کرشن چندر کے ہاں منظر کشی کا یہ گر روسی ادب کے مطالعے سے آیا۔ کیونکہ روسی ادیبوں نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں بھرپور منظر کشی کی ہے اور جس ماحول اور جگہ کی منظر کشی کی ہے اس جگہ اور ماحول میں جا کر رہے ہیں اور اس ماحول کو برتا ہے یہ منظر کی کی خصوصیت کرشن چندر کے ہاں بھی ہے۔ کرشن چندر طنز کے حربے سے بھی خوب کام لیتے ہیں اور سماج کی ناہمواریوں کو بے باکی کے ساتھ گورکی کی طرح طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ کرشن چندر کے پاس ذہانت تھی۔ کسی چیز کا فوری اثر قبول کر لینے والا مزاج، ایک زود نویس، تیز رفتار قلم، چلتی ہوئی رنگین زبان جس سے انہیں اظہار میں کوئی مشکل نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا وہ جس مغربی افسانے سے بھی متاثر ہوئے اسی طرز کے افسانے کو فوراً اردو میں منتقل کیا۔

"کرشن چندر کا "حسن اور حیوان" بھی چیخوف کے "دی سٹیپ" کی طرز پر لکھا گیا ہے اور کافی کامیاب کوشش ہے۔ اس زمانے میں جب کرشن چندر نے پہلے پہل لکھنا شروع کیا تھا اور جو ہمارے نئے ادب اور افسانے کا ابتدائی زمانہ تھا۔ کرشن چندر نے مغربی افسانے سے متاثر ہو کر کئی ایک نئے تجربے کیے بلکہ ان کا ہر افسانہ ایک نیا تجربہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دور میں کرشن چندر نے بعض بہت اچھے افسانے لکھے، چنانچہ "حسن اور حیوان"، "پورب دیس ہے دلی"، "دو فرلانگ لمبی سڑک"، "زندگی کے

موڑ پر"، "گرجن کی ایک شام"، "ان داتا" اور "بالکونی" آج بھی کرشن چندر کے بہترین افسانے ہیں۔"(۱۸)

کرشن چندر نے بڑا بے باک قدم اٹھایا انہوں نے ہندوستان کی بدصورتی اور حسن دونوں کو گلے سے لگایا ہے اور بدصورتی میں بھی حسن دیکھا۔

"کرشن چندر کے افسانوں کے کردار عموماً سماج کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ سماج کے اس دبے کچلے طبقے سے جس کے حصے میں صرف غربت، ذلت، بیماریاں، ناکامیاں اور محرومیاں ہی ہوا کرتی ہیں خوشیوں اور مسرتوں سے ان کا دور کا واسطہ نہیں ہوتا "ہوائی قلعے" ان افسانوں کے مجموعے میں کرشن چندر نے زندگی، سماج اور معاشرے کی ناہمواریوں اور غلط کاریوں کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔"(۱۹)

کرشن چندر کے افسانوں کے کردار جو حقیقت کو عملی زندگی میں پیش کرتے ہیں، اسی دنیا کے کردار ہیں۔ وہ جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس طبقہ کی روح ان میں بسی ہوتی ہے۔ ان کی خوبیاں اور برائیاں اپنے طبقہ کی نمائندگی کرتی ہیں۔

"بالکونی" کا عبداللہ کرشن چندر کی شعوری وابستگی ایک ایسے نظام زندگی سے ہے جو عبداللہ کو اس اندھیرے کنویں سے باہر نکالنا چاہتی ہے۔ اس لیے طنز اور تلخی میں ان راہوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن پر چل کر انسان انسان بن سکتا ہے۔ "ٹوٹے ہوئے تارے" کا نوجوان اونچے متوسط طبقہ کی زندگی کی نمائندگی کر رہا ہے۔ جس کا کھوکھلا پن اسے ہر طرح کی لذت اندوزی کے باوجود کوئی سکون نہیں بخشتا۔"(۲۰)

کرشن چندر کے یہاں مناظر فطرت کا بیان ان کے اسی ادراک حقیقت کا ایک جزو ہے۔ ان کے افسانوں میں جہلم، راوی، جموں، گلمرگ بھی زندہ کرداروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی مدد سے ان کے کرداروں کی ذہنی نشوونما ہوتی ہے۔ کسان اور مزدور، فقیر اور امیر، نوجوان اور بوڑھے، بچے اور پختہ کار حکا اور مذہبی پیشوا، مذہبی اور آزادی پسند، بدصورتی اور خوبصورتی کا احساس رکھنے والے، سچی اور جھوٹی محبت کا دم بھرنے والے، یتیم اور بے روزگار، پیشہ ور اور تاجر سب کرشن چندر کے افسانوں کے صفحات پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ کرشن چندر کے اکثر افسانوں میں غریب اور پامال لوگوں کی مشکلات، مزدوروں کی جان لیوا مشقت اور مل مالکوں کی ہوس، زرگری سے پیدا شدہ مظالم، ایک طرف دولت کی ریل پیل اور دوسری طرف دو وقت کی روٹی اور سر چھپانے کے ٹھکانے کی تلاش، صنعتی ترقی اور ملکی خوشحالی پر صرف چند سماج کے ٹھیکیداروں کا قبضہ اور اکثریت کی قسمت میں ذلت اور فاقے اور ان سب حالات کی ستم ظریفی یہ کہ حکمرانوں اور سیاست

دانوں کی مسلسل نعرے بازی اور منافقت اور معاشرے میں مایوسی اور نامرادی کی فضاء۔ اس افسانے میں کرشن چندر نے نہایت چابکدستی سے چھ گھرانوں کی روداد اس طرح پیش کی ہے کہ پورے سماج کے خدوخال سامنے آگئے ہیں۔

> ''کرشن چندر کے افسانوں میں ہندوستان کے جاگیرداروں کے خلاف شدید نفرت، بے کسوں اور متوسط طبقوں کے ساتھ ہمدردی اور جذبہ ترحم کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔ کرشن چندر غریبوں اور کسانوں کے بے حد ہمدرد ہیں۔ کرشن چندر بوسیدہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کے خلاف ہماری نفرت کو بھڑکاتے ہیں اور ہمیں ایک مثبت صحت مند اور اشتراکی سماج کی تعمیر کے لیے تلقین کرتے ہیں اور اپنے قلم کے ذریعے عوام کو امن کے پلیٹ فارم پر جمع کر رہے ہیں۔''(۲۱)

کرشن چندر نے روسی ادب کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا اور اس اندازِ نظر کو اپنے افسانوں میں برتنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ زندگی کے ہر موضوع پر طبع آزمائی کی۔ زندگی سے عرق ریزی کی اور ان حقیقتوں کو اپنے افسانے میں موضوع بنایا جن کو روسی ادیبوں نے بنایا تھا۔ کیونکہ کرشن چندر بھی انقلاب چاہتے تھے اس لیے انہوں نے تمام زندگی سماج سدھار کا علم بلند کیے رکھا۔

حوالہ جات

1. احمد حسن، ڈاکٹر، کرشن چندر اور افسانہ نگاری، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۲ء، ص ۱۴۳
2. نعیم نقوی، ڈاکٹر، تنقید و آگہی، کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۲
3. عبادت بریلوی، ڈاکٹر، افسانہ اور افسانے کی تنقید، م ن، ۱۹۸۶ء، ص ۲۳۲
4. مسعود رضا خاکی، ڈاکٹر، اردو افسانہ کا ارتقا، م ن، ۱۹۸۷ء، ص ۲۱۳
5. عزیز احمد، مقدمہ، پرانے خدا، کرشن چندر، لاہور: نیا ادارہ، س ن، ص ۹
6. جیلانی بانو، کرشن چندر، دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۱
7. سجاد ظہیر، روشنائی، کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۸۶ء، ص ۸۹
8. سلام سندیلوی، ڈاکٹر، ادب کا تنقیدی مطالعہ، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۷ء، ص ۱۴۳
9. کرشن چندر ایک ذاتی گفتگو میں، مشمولہ کرشن چندر اور افسانہ نگاری، لاہور: ڈاکٹر احمد حسن فکشن ہاؤس، ۱۹۹۲ء، ص ۱۴۳
10. وارث علوی، کرشن چندر کی افسانہ نگاری، مشمولہ روایت اور مسائل مرتبہ گوپی چند نارنگ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص ۳۳۵
11. احتشام حسین سیّد، ادب اور سماج، بمبئی: کتب پبلشرز، ۱۹۴۸ء، ص ۷۹
12. احمد حسن، ڈاکٹر، کرشن چندر اور افسانہ نگاری، ص ۱۲۶
13. جگدیش چندر ودھاون، کرشن چندر شخصیت اور فن، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۳ء، ص ۳۷۵
14. خلیل الرحمٰن اعظمی، اردو میں ترقی پسند تحریک، علی گڑھ، ۱۹۷۹ء، ص ۲۷۲
15. اعجاز حسین، نئے ادبی رجحانات، حیدر آباد، ۱۹۴۶ء، ص ۸۵
16. مرزا ادیب، بہترین ادب لاہور، ادارہ ادب لطیف، ۱۹۵۵ء، ص ۱۱۶
17. انور سدید، اردو افسانے کی کروٹیں، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۱ء، ص ۶۶
18. اختر ضیائی، ایم انیس، اردو کے تیرہ افسانے ایک تنقیدی جائزہ، لاہور: قصر الادب، س ن، ص ۲۲
19. سلیم اختر، افسانہ حقیقت سے علامت تک، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۹
20. عبد اللہ سیّد، ڈاکٹر اردو ادب، ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۶ء، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۶۷ء، ص ۷۷
21. سلیم آغا قزلباش، ڈاکٹر، جدید اردو افسانے کے رجحانات، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء، ص ۲۷۶

Refrences:

1. Dr. Ahmad Hassan, Krishan Chander aur Afsanah Nigari, Lahore, Fiction House, 1992, p. 143.
2. Dr. Naeem Naqvi, Tanqeed o Aagahi, Karachi, Ghaznfar Academy, 1995, p. 112.
3. Dr. Ibadat Barelvi, Afsanah aur Afsanay ki Tanqeed, n.p., 1986, p. 232.
4. Dr. Masood Raza Khaki, Urdu Afsane ka Irtiqa, n.p., 1987, p. 213.
5. Aziz Ahmad, Preface to Purane Khuda by Krishan Chander, Lahore, Naya Idara, n.d., p. 9.
6. Jeelani Bano, Krishan Chander, Delhi, Sahitya Akademi, 1992, p. 21.
7. Sajjad Zaheer, Roshnai, Karachi, Maktaba Daniyal, 1986, p. 89.
8. Dr. Salam Sandelvi, Adab ka Tanqeedi Mutalaʿa, Lahore, Maktaba Meri Library, 1987, p. 143.
9. Krishan Chander, "In a Personal Conversation," in Krishan Chander aur Afsanah Nigari, by Dr. Ahmad Hassan, Lahore, Fiction House, 1992, p. 143.
10. Waris Alvi, "Krishan Chander ki Afsanah Nigari," in Riwayat aur Masail, ed. Gopi Chand Narang, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 1986, p. 335.
11. Syed Ehtesham Hussain, Adab aur Samaj, Bombay, Kutub Publishers, 1948, p. 79.
12. Dr. Ahmad Hassan, Krishan Chander aur Afsanah Nigari, p. 126.
13. Jagdish Chandra Vadhawan, Krishan Chander: Shakhsiyat aur Fan, Lahore, Nigarshat, 1993, p. 375.
14. Khalil-ur-Rahman Azmi, Urdu mein Taraqqi Pasand Tehreek, Aligarh, 1979, p. 272.
15. Ijaz Hussain, Naye Adabi Rujhanat, Hyderabad, 1946, p. 85.

16. Mirza Adeeb, Behtareen Adab, Lahore, Idara-e-Adab-e-Latif, 1955, p. 116.

17. Anwar Sadeed, Urdu Afsanay ki Karwaten, Lahore, Maktaba Alia, 1991, p. 66.

18. Akhtar Ziai, M. Anees: Urdu ke Terah Afsanay – Aik Tanqeedi Jaiza, Lahore, Qasr-ul-Adab, n.d., p. 22.

19. Saleem Akhtar, Afsana: Haqiqat se Alamat tak, Lahore, Maktaba Alia, 1976, p. 119.

20. Dr. Abdullah Syed, Urdu Adab 1957 ta 1966, Maktaba Khiyaban-e-Adab, 1967, p. 77.

21. Dr. Saleem Agha Qazilbash, Jadeed Urdu Afsanay ke Rujhanat, Karachi, Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, 2000, p. 276.

Bibliography:

Aziz Ahmad. “Preface.” In Purane Khuda, by Krishan Chander. Lahore: Naya Idara, n.d.

Dr. Ahmad Hassan. Krishan Chander aur Afsanah Nigari. Lahore: Fiction House, 1992.

Dr. Anwar Sadeed. Urdu Afsanay ki Karwaten. Lahore: Maktaba Alia, 1991.

Dr. Ehtesham Hussain, Syed. Adab aur Samaj. Bombay: Kutub Publishers, 1948.

Dr. Ibadat Barelvi. Afsanah aur Afsanay ki Tanqeed. n.p.: 1986.

Ijaz Hussain. Naye Adabi Rujhanat. Hyderabad: 1946.

Jeelani Bano. Krishan Chander. Delhi: Sahitya Akademi, 1992.

Jagdish Chandra Vadhawan. Krishan Chander: Shakhsiyat aur Fan. Lahore: Nigarshat, 1993.

Dr. Khalil-ur-Rahman Azmi. Urdu mein Taraqqi Pasand Tehreek. Aligarh: 1979.

Krishan Chander. “In a Personal Conversation.” In Krishan Chander aur Afsanah Nigari, by Dr. Ahmad Hassan. Lahore: Fiction House, 1992.

Dr. Masood Raza Khaki. Urdu Afsane ka Irtiqa. n.p.: 1987.

Mirza Adeeb. Behtareen Adab. Lahore: Idara-e-Adab-e-Latif, 1955.

Dr. Naeem Naqvi. Tanqeed o Aagahi. Karachi: Ghaznfar Academy, 1995.

Dr. Salam Sandelvi. Adab ka Tanqeedi Mutala‘a. Lahore: Maktaba Meri Library, 1987.

Saleem Akhtar. Afsana: Haqiqat se Alamat tak. Lahore: Maktaba Alia, 1976.
Dr. Saleem Agha Qazilbash. Jadeed Urdu Afsanay ke Rujhanat. Karachi: Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, 2000.
Sajjad Zaheer. Roshnai. Karachi: Maktaba Daniyal, 1986.
Akhtar Ziai. M. Anees: Urdu ke Terah Afsanay – Aik Tanqeedi Jaiza. Lahore: Qasr-ul-Adab, n.d.
Waris Alvi. "Krishan Chander ki Afsanah Nigari." In Riwayat aur Masail, edited by Gopi Chand Narang. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1986.